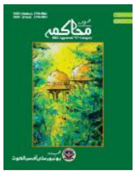

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

محمد عرفان، پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

ڈاکٹر سید شیراز علی زیدی، اسسٹنٹ پروفیسر، انچارج شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

# استشراق اور اسلاموفوبیا کے خلاف فکری مزاحمت: ایڈورڈ سعید کی مابعد نوآبادیاتی فکر اور علامہ اقبال کے انسدادِ استعمار وژن کا تقابلی مطالعہ

# Intellectual Resistance to Orientalism and Islamophobia: A Comparative Critique of Edward Said's Postcolonial Discourse and Allama Iqbal's Anti-Colonial Vision

Muhammad Irfan, Ph.D Scholar, Department of Iqbal study, AIOU, Islamabad.
Irfan31323659@gmail.com
Dr. Syed Sheraz Ali Zaidi, Assistant Professor, Incharge Department of Iqbal study, AIOU, Islamabad.***Corresponding Author**
shiraz.ali@aiou.edu.pk

**Abstract**

This research paper presents a critical analysis of the intellectual and cultural relationship between Islam and the West, primarily drawing on Edward Said's seminal work Orientalism. By integrating the thought of Allama Muhammad Iqbal, the study demonstrates that prominent voices within the Muslim world also offered profound critiques of Western civilization, its alliance of knowledge and power, and its impact on Islamic identity. The paper argues that Orientalism and Islam phobia are interconnected expressions of a broader ideological framework that distorts and marginalizes Islam.Both Iqbal and Said unmask the contradictions within the Western narrative and call upon Muslims to reclaim intellectual autonomy, spiritual self-awareness, and cultural agency. The hostile attitudes manifested in Orientalism and Islam phobia not only misrepresent Islam but also serve to justify political and civilizational oppression. Iqbal, through his deep engagement with Western thought, challenges these biases and urges Muslims to confront them with selfhood, awareness, and active resistance.

Keywords: Rejection of Orientalism,Islamphobia,Edward Said,Allama Iqbal, Western Discourse, Islamic Identity, Intellectual Resistance,Cultural Hegemony,Postcolonial Critique,Knowledge and Power,Muslim Intellectualism

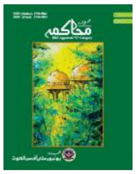



ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

**کلیدی الفاظ:** مستشرقین کارد، اسلام فوبیا، ایڈورڈ سعید، علامہ اقبال، مغربی ڈسکورس، اسلامی شناخت، فکری مزاحمت، ثقافتی بالادستی، مابعد نوآبادیاتی تنقیدی، علم اور طاقت، مسلم دانشوریت

یہ مقالہ اسلام اور مغرب کے درمیان فکری و تہذیبی تعلقات کا تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے، جس میں ایڈورڈ سعید کی کتاب Orientalism کو بنیادی ماخذ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی علامہ محمد اقبال کی فکر کو شامل کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسلم دنیا میں بھی ایسے مفکر موجود تھے جنہوں نے مغربی تہذیب، علم و طاقت کے گٹھ جوڑ، اور اسلامی تشخص پر پڑنے والے اثرات کا گہرا ادراک پیش کیا۔ مقالہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ استشراق اور اسلاموفوبیا ایک ہی فکری سلسلے کے دو مختلف اظہار ہیں۔ اقبال اور سعید، دونوں نے مغربی بیانیے کے فکری تضادات کو بے نقاب کیا اور مسلمانوں کو فکری آزادی، تہذیبی خودمختاری اور علمی خود شعوری کی دعوت دی۔اسلام دشمن رویے جو استشراق اور اسلاموفوبیا کی صورت میں ظاہر ہوئے، جدید دنیا میں نہ صرف مسلمانوں کی فکری شناخت کو مسخ کر رہے ہیں بلکہ سیاسی و تہذیبی ظلم کا جواز بھی بن چکے ہیں۔ علامہ اقبال نے مغربی فکر کا گہرا مطالعہ کرتے ہوئے اس کے ان رویوں پر شدید تنقید کی اور مسلمانوں کو خودی، شعور اور عمل کے ذریعے ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی۔

اسلاموفوبیا جدید مغربی معاشروں میں پایا جانے والا وہ رجحان ہے جو اسلام اور مسلمانوں سے خوف، نفرت یا شک کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ تصور نائن الیون کے بعد خاص طور پر شدت اختیار کر گیا، جب میڈیا، سیاست اور سیکیورٹی اداروں نے اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے کی مہم چلائی۔اسلام اور مغرب کے درمیان تعلقات کی تاریخ صرف عسکری کشمکش تک محدود نہیں بلکہ اس کا دائرہ علم، ثقافت، سیاست اور شناخت جیسے بنیادی عناصر تک پھیلا ہوا ہے۔ استشراق، مغرب کی وہ فکری روش ہے جس کے تحت مشرق کو "دوسرا "ثابت کر کے اس پر علمی و تہذیبی تسلط قائم کیا گیا۔ اسلاموفوبیا اسی استشراقی ذہنیت کی جدید شکل ہے، جو آج کے دور میں میڈیا، سیاست اور تعلیم کے ذریعے مسلمانوں کو خوف اور نفرت کی علامت بنا کر پیش کرتی ہے۔ایڈورڈ سعید اور علامہ اقبال، دونوں مفکرین نے اس فکری تسلط پر گہری تنقید کی۔ سعید نے مغربی

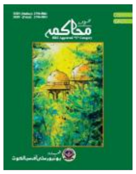
علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

علمی اداروں کے تعصبات کو بے نقاب کیا، تو اقبال نے مغربی تہذیب کے روحانی افلاس اور مادہ پرستی پر روشنی ڈالی، اور اسلامی خودی کی تعمیر پر زور دیا۔

استشراق، مغرب کا وہ فکری نظام ہے جس کے ذریعے اس نے مشرق، بالخصوص اسلام اور مسلمانوں کو اپنی' برتر 'تہذیبی نظر سے جانچنے کی کوشش کی۔ اس کا مقصد مشرقی اقوام کی ثقافت، مذہب اور تاریخ کو مغربی سانچے میں پیش کرنا تھا، تاکہ استعماری مقاصد کو علمی جواز حاصل ہو۔علامہ پیر کرم شاہ ازہری کی تحریر اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ:

> "مغربی اقوام، خصوصاً یہود و نصاریٰ، مشرقی اقوام اور ملت اسلامیہ کا مطالعہ محض غیر جانب دار تحقیق کے طور پر نہیں کرتیں، بلکہ ان کے پیچھے ایک مخصوص ذہنیت کار فرما ہوتی ہے۔ ان کا مقصد علمی تحقیق کے پردے میں مشرقی اقوام کو فکری طور پر مغلوب کرنا، اپنی تہذیب و مذہب کو مسلط کرنا، سیاسی غلبہ حاصل کرنا اور ان کے وسائل کا استحصال کرنا ہوتا ہے۔ ان مقاصد کے لیے جو افراد کام کرتے ہیں، وہ "مستشرقین" (Orientalists) کہلاتے ہیں، اور یہ تمام کوششیں "تحریک استشراق" (Orientalism) کا حصہ ہیں"[1]

علامہ محمد اقبال نے اپنی شاعری، خطبات اور تحریروں میں براہ راست "اسلاموفوبیا" کا لفظ استعمال نہیں کیا کیونکہ یہ اصطلاح بیسویں صدی کے آخر میں منظرِ عام پر آئی، مگر اقبال کے افکار میں اسلام کے خلاف مغربی تعصبات، غلط فہمیوں، اور بدنامی کی کوششوں پر گہری تنقید موجود ہے، جو اسلاموفوبیا ہی کی شکلیں ہیں۔ اقبال نے اس رجحان کا فکری، تہذیبی اور تاریخی تجزیہ پیش کیا۔ ذیل میں ہم اقبال کے افکار کی روشنی میں اسلاموفوبیا کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔ اقبال نے مغربی مستشرقین کی ان کوششوں پر تنقید کی جو اسلام کو محض ایک قبائلی، غیر مہذب، اور پسماندہ مذہب کے طور پر پیش کرتے تھے۔ علامہ اقبال کا سب سے پہلا استشراق پر رد عمل انگلستان کے قیام کے دوران ہوا۔

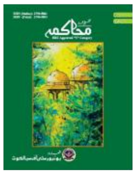



ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"ایک روز ایک عیسائی مبلغ نے ہندوستان میں عیسائیت کی ترویج کے حوالے سے عوامی اجتماع سے خطاب کیا، جس میں اُس نے نہایت تحقیر آمیز اور نسلی تعصب سے لبریز بیانات دیتے ہوئے ہندوستانیوں کو حیوانی سطح سے کچھ بلند مخلوق قرار دیا، اور انہیں تہذیب و تمدن سے ناآشنا بتایا۔ اس نے چندہ اکٹھا کرنے کی غرض سے قبائلی اقوام کی بھیانک تصویریں دکھائیں تاکہ حاضرین کے جذبات کو برانگیختہ کیا جا سکے۔ تاہم، اقبال نے اس خلافِ واقعہ پروپیگنڈے کے خلاف جرأت مندانہ لب و لہجہ اپناتے ہوئے خود کو ایک تعلیم یافتہ، مہذب ہندوستانی کی حیثیت سے متعارف کرایا اور برطانوی سامعین کے روبرو اپنی فصیح و بلیغ تقریر سے مبلغ کے جھوٹے بیانیے کو بے نقاب کیا۔ اقبال نے ہندوستان کی متمدن تاریخ، ادبی و تمدنی عظمت، اور قومی تشخص کا دفاع کرتے ہوئے ثابت کیا کہ مشرق کسی صورت مغرب سے فروتر نہیں۔ اقبال کی مدلل تقریر نے مجمع کے تاثرات بدل دیے اور مشنری کو شکست خوردہ واپس جانا پڑا"[2]

اشپنگلر کی کتاب The Decline of the West میں عرب ثقافت کے مسائل میں جب کوئی قدیم غالب تہذیب کسی خطے پر طویل عرصے تک حکمرانی کرتی ہے، تو وہ مقامی شناخت اور تخلیقی قوتوں کو دبا دیتی ہے۔ اس طرح ایک "نوزائیدہ" ثقافت سانس بھی نہیں لے پاتی، اور وہ اپنی اصل شناخت قائم کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ نئی ثقافتی حسیت پرانے سانچوں میں ڈھل جاتی ہے، تخلیق کے بجائے تقلید غالب آتی ہے، اور ردّ عمل میں نفرت جنم لیتی ہے جو رفتہ رفتہ ایک عفریت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مصنف عرب تہذیب کی مثال دیتے ہوئے بتاتا ہے کہ کس طرح وہ بابلی، فارسی اور یونانی اثرات کے نیچے دبی رہی۔ مختلف ادوار میں مختلف سامراجی قوتوں جیسے آسٹروکوتھ، مقدونیائی، اور سیلوکس حکمرانوں نے اس خطے پر غلبہ قائم رکھا، جس کے نتیجے میں مقامی ثقافت کو اپنی آزاد تشکیل کا موقع نہ ملا۔ یہاں تک کہ ایرانی سلطنت، جو روحانی اصولوں پر مبنی تھی، وقت کے ساتھ اپنے اصولوں سے بھی ہٹ گئی۔

مزید برآں، مجوسی (زرتشتی) ثقافت کو مرکزی حیثیت دی جاتی ہے کہ وہ تمام بڑی تہذیبوں کے درمیان جغرافیائی طور پر واقع تھی اور لسانی و فکری طور پر مختلف تہذیبوں سے جڑی ہوئی تھی۔ لیکن مغربی تحقیق کی محدودیت، جو اکثر سطحی اور ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہوتی ہے، اس ثقافت کی گہرائی اور تاریخی اہمیت کا مکمل ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ نتیجتاً بڑے بڑے مسائل اور تبدیلیوں کا صحیح مشاہدہ نہیں ہو سکا۔ اشپنگلر کی کتاب The Decline of the West میں دعویٰ ہے کہ ہر ثقافت ایک خودمختار عضویہ (organism) کی مانند ہوتی ہے، جو کسی اور ثقافت سے متاثر نہیں ہوتی۔[3]

اقبال اس نظریے کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ہر ثقافت جدا گانہ ہے تو اشپنگلر مغربی ثقافت کو اسلامی اثرات سے آزاد کیسے قرار دے سکتا ہے؟ اشپنگلر کے مطابق اسلام کوئی مستقل ثقافت نہیں رکھتا بلکہ یہ مجوسی (Magian) تمدن کی ایک شاخ ہے، جیسے یہودیت، زرتشت، اور عیسائیت۔ اقبال اس بات کو رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلامی ثقافت کی روح ان عقائد میں ہے جو اشپنگلر کی نظر سے اوجھل رہے ہیں، جیسے تصورِ تقدیر، تصورِ زمان، اور "خودی"۔ اقبال کہتے ہیں کہ اشپنگلر نے اسلام کو تقدیر پرست مذہب سمجھ کر اس کی فکری گہرائیوں کو نظر انداز کیا ہے، جو اس کی فکری سطحیت کا ثبوت ہے۔ اشپنگلر کے مطابق انبیائی تعلیم دراصل مجوسی عقائد کا تسلسل ہے، جس میں ایک خدا، شر و خیر کی ازلی جنگ، اور ظہورِ مسیح جیسے نظریات شامل ہیں۔ اقبال ان دعووں کو اسلام پر غلط تنقید قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں:

> "If this view of prophetic teaching is meant to apply to Islam, it is obviously a misrepresentation".(4)

اقبال واضح کرتے ہیں کہ اسلام کسی دوسرے دیوتا یا شر کی علامتوں کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا:

> *"Islam denies the very* existence *of false gods.*(5)

اسلام کا تصور ختم نبوت کسی بھی "نجات دہندہ" یا "مسیح موعود" کے انتظار کی روایت کو رد کرتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ اگر اشپنگلر اس نظریے کی ثقافتی اہمیت کو سمجھتا تو وہ اسلام کو مجوسی بنیادوں پر پرکھنے کی غلطی نہ کرتا۔ اقبال کے نزدیک مسلمانوں میں یہ تصورات مجوسی اثرات کا نتیجہ ہیں، نہ کہ حقیقی اسلامی تعلیمات۔ وہ ابن خلدون کی تاریخی فکر کو سراہتے ہیں جس میں انسانی تاریخ کو ایک مسلسل ارتقائی و حرکی عمل کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ ظہورِ مہدی یا مسیح جیسے تصورات فرد کی عملی قوتوں کو مفلوج کر دیتے ہیں اور اس کی توجہ مستقبل کے کسی فرضی سہارے پر مرکوز کر دیتے ہیں، جو اسلامی روحِ عمل کے منافی ہے۔ اقبال کے خیال میں اشپنگلر کا نظریہ نہ صرف اسلام کی اصل روح سے ناواقف ہے بلکہ وہ مغربی ثقافت کی اصل بنیادوں کو بھی غیر سچائی پر استوار کرتا ہے۔ اقبال کے مطابق اسلام ایک زندہ، متحرک اور ارتقائی قوت ہے جو تقدیر پرستی کی بجائے "خودی" اور عمل پر یقین رکھتی ہے۔ اقبال نے مغربی تہذیب کی مادی ترقی کو تسلیم کیا لیکن اس کی روحانی و اخلاقی افلاس پر شدید تنقید کی۔ ان کے نزدیک مغرب نے علم کو طاقت کا ذریعہ بنا کر کمزور اقوام پر تسلط قائم کیا۔ اقبال کے مطابق:

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے"[6]

اقبال سمجھتے تھے کہ مغربی تہذیب نے روحانیت کو قربان کر کے صرف مادہ پرستی کو فروغ دیا، جس سے انسان اپنی اصل سے کٹ گیا۔ انہوں نے مغربی تعلیم کو"تخدیر افکار" کا ذریعہ قرار دیا۔یورپ نے جب اسلام کو دیکھا، تو وہ صلیبی جنگوں کی عینک سے دیکھا۔نہ قرآن کو سمجھا، نہ محمدؐ کی سیرت کو؛بس اپنے تعصبات کی عینک سے تاریخ لکھی۔

| | |
|---|---|
| وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا | روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو |
| فِکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات | اسلام کو حِجاز و یمن سے نکال دو[7] |

یہ اشعار مغربی تہذیب کے اس رویے پر طنز ہیں جس میں اسلام کو غیر حقیقی اور مصنوعی رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلمان جسمانی موت سے نہیں ڈرتے، بلکہ ان کو مٹانے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ ان کے دلوں سے ایمان، عشقِ رسول اور اسلامی اقدار کی محبت کو نکال دیا جائے۔جب ایمان دلوں سے نکل جائے تو مسلمان صرف نام کے رہ جاتے ہیں۔

### اقبال کا نقطہ نظر:روحانی تجربات، نفسیاتی اعتراضات اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس:

اقبال نے مغربی مفکرین کی اس روش کو تنقید کا نشانہ بنایا جو حضور اکرم ﷺ کی ذات کو متنازع بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض جدید ناقدین مذہب اور ماہرین نفسیات صوفیا کی روحانی وارداتوں اور مذہبی تجربات کی صداقت کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ صوفی حضرات دراصل نفسیاتی بیماریوں، خصوصاً عصبی اختلال(Neurosis)یا ذہنی خلفشار کا شکار ہوتے ہیں اور ان کے مکاشفات و مشاہدات دراصل ان کے امراض کی علامات ہیں، نہ کہ کوئی حقیقت پر مبنی تجربات۔

اقبال اس نوع کے اعتراضات کو علمی و فکری بددیانتی تصور کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ کسی بھی روحانی یا مذہبی تجربے کی صداقت کا تعین اس بات سے نہیں کیا جانا چاہیے کہ اس کا بظاہر سبب کیا تھا، بلکہ اصل اہمیت اس حقیقت کی ہے جو اس

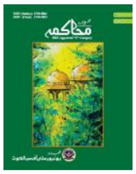


ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

تجربے کے نتیجے میں سامنے آتی ہے۔ اقبال جارج فاکس (George Fox) کی مثال دیتے ہیں جو انگلستان میں فرینڈز آف دی چرچ سوسائٹی کا بانی اور کوئیکر (Quaker) تحریک کا علمبردار تھا۔ بعض لوگ اسے بھی نفسیاتی مریض سمجھتے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے وہ اعصابی مرض میں مبتلا رہا ہو، لیکن اس کی مذہبی خدمات سے انکار ممکن نہیں۔ اس نے انگلینڈ کی مذہبی زندگی میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا کی اور مذہب کو روایتی آلائشوں سے پاک کیا۔ اقبال مزید فرماتے ہیں کہ جارج فاکس پر اعتراض تو ایک طرف، بعض افراد تو (نعوذ باللہ) پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس پر بھی یہی الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ ذہنی مریض تھے۔ اقبال اس پر شدید ردّ عمل ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر "psychopath" کا مطلب محض ایک ذہنی مریض لیا جائے تو حضور ﷺ کے متعلق یہ کہنا بدترین جہالت اور لاعلمی ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ اگر ہم سائنسی دیانتداری سے دیکھیں تو ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ حضور ﷺ کی روحانی و اخلاقی تحریک نے دنیا کی تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ آپ ﷺ نے فرسودہ عرب معاشرے کو زندگی، اخلاق، تنظیم اور قیادت کے اصول عطا کیے۔ آپ ﷺ کی قیادت میں غلام اور جاہل قومیں علم و تمدن اور روحانی قیادت کی علامت بن گئیں۔ اقبال نے اپنی گفتگو میں "Psychopath" کی اصطلاح کو محض نفسیاتی بیماری کے معنوں میں نہیں لیا بلکہ اسے ایک تہذیبی اور انقلابی اصطلاح کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اقبال کے مطابق ایسے افراد جو بظاہر صاحبِ جنون معلوم ہوتے ہیں، درحقیقت وہی افراد تاریخ میں انقلابات کے بانی بنتے ہیں۔ ان کا جنون محض وہم نہیں بلکہ ایک خلاقی اور متحرک قوت ہوتا ہے جو اقوام کی زندگی کو ایک نیا رُخ دیتی ہے۔ اقبال خطبات میں رقم طراز ہیں۔

> "اگر ہم اس بات کو انسانوں کے رویوں اور معاشروں کے مطالعے (یعنی انسانیات) کے لحاظ سے دیکھیں، تو ایسا لگتا ہے کہ ایک ذہنی طور پر غیر معمولی اور سنگدل شخص (سائیکو پیتھ) بھی انسانی معاشرے کے نظام میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے"(8)

اقبال کا مرکزی مؤقف یہ ہے کہ روحانی تجربات کی صداقت کا انکار محض اس وجہ سے نہیں کیا جا سکتا کہ وہ غیر معمولی یا ماورائی معلوم ہوتے ہیں۔ صوفیا ہوں یا انبیائے کرام، ان کے تجربات کا معیار ان کے نتائج اور اثرات سے طے ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس اور ان کی تحریک کسی نفسیاتی خلل کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک باقاعدہ، منظم اور ہمہ گیر

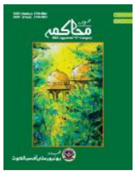



ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

انقلابی عمل تھا، جس نے انسانی تاریخ کو نئی اقدار، نئی روح اور نئی زندگی عطا کی۔اقبال ان اعتراضات کو نہ صرف علمی کم نظری سمجھتے ہیں بلکہ ان کے خلاف ایک فکری و روحانی مقدمہ قائم کرتے ہیں جو آج بھی مسلم فکر کے لیے ایک رہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔

"یورپین مستشرقین کی اکثر تحریریں مخصوص مقاصد کے تحت لکھی گئیں مثلاً: تبلیغی (Missionary)سیاسی (Political)تجارتی (Commercial)ان تحریروں کا مقصد اکثر مسلمانوں کے عقائد، معاشرت اور تہذیب پر تنقید یا اثر انداز ہونا تھا، نہ کہ غیر جانب دار تحقیق پیش کرنا"(9)

ان تحریروں میں باوجود تعصبات کے، مسلمانوں کے عقائد، رسوم، معاشرت، زبان، اور اہداف کے بارے میں کچھ قیمتی اور قابلِ استعمال مواد بھی ملتا ہے—بشرطِ تحقیق و تنقید کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے۔"اسلام چین میں":ایک مشنری کی تحریر، مگر چینی مسلمانوں کے مقاصد واحوال کا اچھا تجزیہ پیش کرتی ہے۔سٹورڈرڈ کی "جدید دنیائے اسلام":اگرچہ نسل پرستانہ رجحان رکھتی ہے، لیکن مفید حوالہ جاتی مواد فراہم کرتی ہے۔برٹش، فرانسیسی اور جرمن نمائندوں یا سیاحوں جیسے برٹن، اور فلبی گوبنو اور ویمری نے بھی اسلامی دنیا کے مخصوص علاقوں پر کتابیں لکھیں۔ان میں تاریخی اور تہذیبی مشاہدات شامل ہیں، مگر یورپی برتری کا احساس جھلکتا ہے۔یہ تمام مثالیں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ استشراق صرف علمی جستجو نہیں تھی، بلکہ یہ اکثر مغربی طاقتوں کے سیاسی و تہذیبی عزائم کا حصہ بھی تھا۔ مستشرقین نے اسلام اور مسلمانوں پر تحقیق ضرور کی، لیکن اکثر ایک خاص زاویہ نگاہ سے —جہاں وہ خود کو "متمدن" اور مشرق کو "پس ماندہ" یا "وحشی" ظاہر کرتے ہیں۔اس کے باوجود، ان تحریروں میں موجود معلومات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، بشرطیکہ ہم انہیں تنقیدی نگاہ سے پڑھیں اور اسلامی مؤرخین اور محققین کی تحقیق سے موازنہ کریں۔اقبال نے اپنے خطبات میں مغربی مستشرقین کی اسلام پر تحقیقات کو متعصب، ناقص اور بعض اوقات بدنیتی پر مبنی قرار دیا۔ ان کے نزدیک مغرب نے اسلام کو ہمیشہ ایک جامد مذہب کے طور پر پیش کیا، حالانکہ اسلام تو ایک زندہ اور ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے۔اقبال نے مغربی استعمار، فکر اور تہذیب کو محض ترقی کا مظہر نہیں سمجھا بلکہ اس میں چھپے ہوئے خطرات پر گہری تنقید کی۔ انھوں نے مغرب کو صرف مادی ترقی کا نمائندہ قرار دیا

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اور روحانیت سے محروم تہذیب کہا۔ اقبال کے مطابق مغرب کو اصل خطرہ اسلام کی روحانی و اخلاقی طاقت سے ہے، نہ کہ اس کے مادی پہلوؤں سے۔ یہی چیز اسلاموفوبیا کا جوہر ہے—یعنی اسلام کی ممکنہ ابھرتی ہوئی طاقت سے خوف۔ اقبال اس بات پر دکھ کا اظہار کرتے ہیں کہ مغرب نے اسلام کو دہشت، تشدد اور جمود سے تعبیر کیا، حالانکہ یہ دین تو امن، علم اور ترقی کا داعی ہے۔ آربری کے مطابق:

"یورپ نے صدیوں تک اسلام کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ اختیار کیا۔ اس نے اسلامی تہذیب و تمدن کی علمی و ثقافتی خدمات کو دانستہ طور پر نظر انداز کیا۔ اس رویے کی بنیادی وجہ یورپی مفکرین کا علمی غیر جانبداری کے بجائے مذہبی تعصب کا شکار ہونا تھا، جس نے انہیں حقیقت پسندانہ مطالعے سے محروم رکھا۔ اگر اقبال نے یورپ کو انسانی ترقی کے لیے خطرہ قرار دیا تو یہ یورپی مستشرقین کے ماضی کے تعصبات کا فطری ردعمل تھا۔ تاہم آربری امید ظاہر کرتا ہے کہ اب جب تعصبات کا دبیز پردہ ہٹ رہا ہے، یورپ کو سنجیدگی سے اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ اس نے مشرق سے کیا کچھ حاصل کیا ہے اور آئندہ تہذیبی ترقی کے لیے مشرق سے کیا سیکھ سکتا ہے۔ اسی فکری تبادلے اور باہمی احترام سے انسانیت کی مشترکہ تعمیر ممکن ہو سکتی ہے۔"(10)

علامہ اقبال کے نزدیک:

"یورپ میں اسلام کو خونریز مذہب سمجھنے کا جو تعصب رائج ہے، وہ ڈکنسن جیسے اہلِ فکر پر بھی اثر انداز ہوا ہے۔ اقبال واضح کرتے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات کسی جبر یا فتوحات کی بنیاد پر نہیں، بلکہ سادگی، مساوات اور خودی کے احترام پر قائم ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر میں ہر انسان، خواہ کسی نسل یا قوم سے ہو، بادشاہتِ الٰہی میں شامل ہو سکتا ہے اگر وہ تعصب چھوڑ کر دوسروں کی خودی کو تسلیم کرے۔ اسلام کی اشاعت تلوار سے نہیں، بلکہ اپنے اخلاقی و روحانی اصولوں کے باعث ہوئی۔"(11)

ڈکنسن (Dickinson) نے علامہ اقبال کی فکر اور خاص طور پر ان کی مثنوی کو ایک سیاسی اور عسکری نظریے کے طور پر دیکھا، جس کی بنا پر وہ اقبال سے ناراض اور خائف دکھائی دیتا ہے۔ اس کے خیال میں:

"اقبال مشرق اور اسلام کو اسلحے کے زور پر متحد کرنا چاہتے ہیں، جو نہ صرف مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ مغرب کے لیے ایک خطرناک شگون بھی ہے۔ ڈکنسن کے نزدیک اقبال کی فکر امن کی بجائے خونریزی کا پیغام ہے، اور اگر مشرق نے اقبال کے افکار کے مطابق مسلح ہو کر اُٹھان لی تو یہ دنیا کو مسلسل مصیبتوں میں مبتلا رکھے گا۔ تاہم، ڈکنسن کی یہ تشویش اس لیے غیر متوازن اور جانبدارانہ ہے کہ اُس نے اقبال کی شاعری کو فلسفیانہ یا تہذیبی تناظر میں سمجھنے کے بجائے محض سیاسی اور جنگی زاویے سے دیکھا۔ اس لیے اس کے خیالات میں خوف اور بدگمانی کے گہرے اثرات جھلکتے ہیں۔ درحقیقت، اقبال کا پیغام روحانی بیداری، خودی کی تربیت اور امتِ مسلمہ کی فکری خود مختاری پر مبنی ہے، نہ کہ محض جنگ و جدل پر"(12)

استشراق اور اسلاموفوبیا دراصل ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ استشراق نے وہ علمی بنیاد فراہم کی جس پر اسلاموفوبیا کی عمارت کھڑی ہوئی۔استشراقی بیانیے نے اسلام کو جامد، غیر عقلی اور خطرناک مذہب کے طور پر پیش کیا۔یہی بیانیہ جدید اسلاموفوبیا کے مظاہر میں دکھائی دیتا ہے جہاں مسلمان" دوسرے"،" غیر "اور "خطرناک "کے طور پر دکھائے جاتے ہیں۔اسلاموفوبیا استشراق کا سیاسی و سماجی تسلسل ہے۔اسلاموفوبیا، دراصل استشراق کے علمی تعصب کا سیاسی اظہار ہے۔"سعید نے بتایا وہ علم جو تفہیم و ہمدردی پر مبنی ہو اور وہ علم جو غلبہ و چالا کی کا حصہ ہو، دونوں میں فرق ہے۔

ایڈورڈ سعید کے مطابق استشراق ایک ایسا علمی منصوبہ ہے جس کا مقصد مشرق کو غیر عقلی، غیر ترقی یافتہ اور جامد ظاہر کرنا ہے تاکہ مغرب کی علمی و تہذیبی برتری قائم رہ سکے۔ مستشرقین نے اسلامی دنیا کو ایک تخیلاتی" دوسرے "کے طور پر پیش کیا، جس سے مغربی برتری کا بیانیہ مضبوط ہوا۔استشراق میں مغربی مصنفین نے جو تصورات قائم کیے، ان میں اکثر اسلامی معاشروں کو انتشار، جنسی بے راہ روی اور جبر سے تعبیر کیا گیا۔ سعید کی تحقیق کا نکتہ یہ ہے کہ استشراق، علمی غیر جانب داری نہیں بلکہ ایک سیاسی اور تہذیبی منصوبہ ہے۔

ایڈورڈ سعید کے افکار میں استشراق پر تنقید

"Napoleonic invasion of Egypt in 1798, an invasion which was in many ways the very model of a truly scientific appropriation of one culture by another, apparently stronger one. For with Napoleon's occupation of Egypt processes were set in motion

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

between East and West that still dominate our contemporary cultural and political perspectives. And the Napoleonic expedition, with its great collective monument of rudition, the Description de l'Egypte, provided a scene or setting for Orientalism, since Egypt and subsequently the other Islamic lands were viewed as the live province, the laboratory, the theater of effective Western knowledge about the Orient".(13)

سعید نپولین بوناپارٹ کی 1798ء کی مصر پر فوجی مہم کو "استشراق" (Orientalism) کے تناظر میں دیکھ رہے ہیں۔ سعید کے مطابق یہ مہم محض ایک فوجی قبضہ نہیں تھا بلکہ ایک علمی، تحقیقی اور ثقافتی منصوبہ بھی تھا جس کے تحت فرانسیسی ماہرین، سائنسدان، مصور اور مؤرخین کی بڑی ٹیم کو مصر بھیجا گیا تاکہ وہاں کی تہذیب، تاریخ، آثار قدیمہ، زبان اور رسوم ورواج کا مطالعہ کیا جائے۔ اس مہم کا نتیجہ "Description de l'Égypte" کے عنوان سے ایک ضخیم انسائیکلوپیڈیا کی صورت میں سامنے آیا۔ سعید کہتے ہیں کہ اس مہم کے دوران "مشرق" کو محض ایک زمین کا ٹکڑا نہیں بلکہ ایک "علمی تجربہ گاہ" کے طور پر دیکھا گیا—ایک ایسی جگہ جہاں مغرب اپنا علم لاگو کر کے "مشرق" کو سمجھنے، قابو پانے اور آخر کار اس پر حکومت کرنے کے قابل بن جائے۔ یہ عمل استشراق کی بنیاد ہے: مشرق کو ایک "ابجیکٹ" (object) کے طور پر دیکھنا جس پر مغربی علم قابض ہو سکتا ہے۔ یعنی نپولین کی مہم ایک مثال بن گئی کہ کس طرح مغرب، علم، طاقت اور تہذیب کے ذریعے مشرق کو "اپناتا" ہے، اور اسی انداز نے آگے چل کر مشرق وسطیٰ اور اسلامی دنیا سے متعلق مغربی رویوں کو تشکیل دیا۔ ابتدائی یورپی مصنفین نے اسلام کو ایک سنجیدہ علمی یا ثقافتی تحریک کے طور پر نہیں دیکھا بلکہ محض ایک جنگجو، خطرناک اور تہذیب دشمن طاقت کے طور پر پیش کیا۔ گیبن جیسے مؤرخین نے مسلمانوں کو صرف اس لیے نظر انداز کیا کہ وہ یورپ کے "اندھیرے دور" کے ساتھ منسلک تھے۔ اس سے اسلام کو ایک منفی، وحشی اور صدمہ انگیز طاقت کے طور پر پیش کرنے کی بنیاد پڑی۔

"Christian authors witnessing the Islamic conquests had scant interest in the learning, high culture, and frequent magnificence of the Muslims, who were, as Gibbon said, "coeval with the darkest and most slothful period of European annals".Not for nothing did Islam come to symbolize terror, devastation, the demonic, hordes of hated barbarians. For Europe, Islam was a lasting trauma." (14)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اسلامی فتوحات کو دیکھنے والے عیسائی مصنفین کو مسلمانوں کے علم، اعلیٰ ثقافت اور بار بار ظاہر ہونے والی شان و شوکت میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ جیسا کہ گبن نے کہا، مسلمان یورپی تاریخ کے "تاریک ترین اور سست ترین دور" کے ہم عصر تھے۔ یوں ہی نہیں تھا کہ اسلام دہشت، تباہی، شیطانی قوت اور نفرت انگیز وحشیوں کے گروہ کی علامت بن گیا۔ یورپ کے لیے اسلام ایک دائمی صدمہ تھا۔ یہاں ایڈورڈ سعید اس بات کو اجاگر کر رہے ہیں کہ عیسائی دنیا نے اسلام کے خلاف جو نظریاتی محاذ قائم کیا، وہ صرف مذہبی اختلافات تک محدود نہ تھا بلکہ فن، ادب، اور عام عوامی ذہن میں بھی گہرائی سے سرایت کر گیا تھا۔ Chanson de Roland ایک فرانسیسی رزمیہ نظم ہے جو مسلمانوں کو غیر حقیقی طور پر بت پرست دکھاتی ہے اس سے مغربی جہالت اور تعصب کا اندازہ ہوتا ہے۔

> "This rigorous Christian picture of Islam was intensified in innumerable ways, including during the Middle Ages and early Renaissance a large variety of poetry, learned controversy, and popular superstition." (15)

عیسائی نقطۂ نظر سے اسلام کی یہ سخت تصویر کئی طریقوں سے مزید شدت اختیار کر گئی، خاص طور پر قرون وسطیٰ اور ابتدائی نشاۃ ثانیہ کے دوران — جن میں شاعری، علمی مناظرے اور عوامی توہمات شامل تھے۔ مغرب کی زبان اور علمی روایت میں اسلام کی تحقیر واضح نظر آتی ہے۔ "محمدن" جیسی اصطلاحات اسلام کی اصل تعلیمات کو غلط انداز میں پیش کرتی ہیں، اور اسلام کو ایک "نقل در نقل" مذہب، یعنی اصلیت سے بہت دور اور بگڑا ہوا تصور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہ علمی تحریف اور تعصب کی عکاسی کرتا ہے۔

> "Mohammedan" is the relevant (and insulting) European designation; "Islam," which happens to be the correct Muslim name, is relegated to another entry. The "heresy... which we call Mohammedan" is "caught" as the imitation of a Christian imitation of true religion." (16)

مغرب میں عربوں اور مسلمانوں کو ہمیشہ منفی انداز میں پیش کیا گیا۔ استشراقی ادب میں "اسلام" یا "محمدؐ" کی تصویر کشی کو ایک ڈرامائی، مصنوعی اور ثقافتی تاثر کے طور پر پیش کرتا ہے۔ مغرب نے مشرقی دنیا کو ایک "تھیٹر" کی طرح پیش کیا، جہاں مخصوص کردار (جیسے جھوٹا نبی) ایک طے شدہ سکرپٹ کے مطابق نظر آتے ہیں نہ کہ حقیقت کی بنیاد پر۔ یہ استشراق کی چلاقی پر مبنی اور تعصب زدہ ساخت گری (stereotyping) کا ثبوت ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"Such "images" of the Orient as this are images in that they represent or stand for a very large entity, otherwise impossibly diffuse, which they enable one to grasp or see. They are also characters, related to such types as the braggarts, misers, or gluttons produced by Theophrastus." (17)

"ایسی تصویریں مشرق کی نمائندگی اس لیے کرتی ہیں کیونکہ وہ ایک بہت وسیع اور مبہم حقیقت کو قابلِ فہم بنانے کے لیے ایک مخصوص شکل دیتی ہیں۔ یہ کردار بھی ہوتے ہیں، جیسے شیخی بگھارنے والے، کنجوس، یا شکم پرست"

یہاں سعید اعتراف کرتے ہیں کہ اسلام کو عموماً عیسائیت کی ایک بگڑی ہوئی یا منحرف شکل کے طور پر دیکھا گیا۔ اسلام کو مغرب نے محض نفرت کی بنیاد پر رد نہیں کیا بلکہ وہ ایک حقیقی تہذیبی، مذہبی اور سیاسی چیلنج بھی تھا۔ اسلام کی ترقی، فتوحات اور علمی ورثے نے مغرب کے اندر ایک طرح کا خوف اور احساسِ کمتری پیدا کیا، جس کے رد عمل میں مغربی تحریریں اسلام کو بگاڑ کر پیش کرنے لگیں۔

"Doubtless Islam was a real provocation in many ways. It lay uneasily close to Christianity, geographically and culturally. It drew on the Judeo-Hellenic traditions; it borrowed creatively from Christianity" (18)

بلاشبہ اسلام کئی پہلوؤں سے ایک حقیقی چیلنج تھا۔ یہ عیسائیت کے جغرافیائی اور ثقافتی طور پر بہت قریب واقع تھا۔ اس نے یہودی، یونانی روایت سے اخذ کیا، مسیحیت سے تخلیقی طور پر استفادہ کیا۔ اسلاموفوبیا درحقیقت اسی استشراقی فکر کا تسلسل ہے۔ نائن الیون کے بعد مغربی میڈیا اور سیاست میں اسلام کو ایک" خطرہ "بنا کر پیش کیا جانے لگا۔ مغرب میں مسلمانوں کو: شدت پسند اور دہشت گرد؛ عورت دشمن اور متعصب؛ تہذیبی لحاظ سے پسماندہ؛ کے طور پر پیش کیا گیا۔ اس بیانیے نے عوامی شعور میں اسلام کو ایک غیر انسانی اور خطرناک مذہب کے طور پر متعارف کرایا۔

"اسلاموفوبیا جدید دور میں اسلام اور مسلمانوں سے متعلق خوف، نفرت اور تعصب کا نام ہے۔ یہ تصور مغرب میں خاص طور پر 9/11 کے بعد شدت اختیار کر گیا اور مسلمانوں کو دہشت گردی، شدت پسندی اور پسماندگی سے جوڑ دیا گیا" (19)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

استشراق نے اسلام کو جو غیر عقلی اور جامد مذہب ظاہر کیا، وہی بیانیہ آج اسلاموفوبیا کی شکل میں عوامی رویوں، پالیسیوں اور میڈیا کے ذریعے دہرایا جا رہا ہے۔اقبال کے نزدیک مسلمانوں کی نجات صرف مغربی نظام کی نقالی میں نہیں، بلکہ اپنے اندرونی جوہر کو پہچاننے، خودی کو زندہ کرنے، اور قرآن سے رہنمائی لینے میں ہے۔

"مغربی میڈیا اسلاموفوبیا کے پھیلاؤ میں سب سے مؤثر ہتھیار ہے۔ فلموں، خبروں اور سوشل میڈیا پر اسلام کو شدت پسندی سے جوڑنے کی مہم جاری ہے"[20]

"اسلامی ممالک کی طرف سے اسلاموفوبیا کے خلاف مشترکہ موقف اب تک کمزور رہا ہے، تاہم حالیہ برسوں میں پاکستان، ترکی، ملائشیا اور او آئی سی کی طرف سے کوششیں سامنے آئی ہیں"[21]

اسلاموفوبیا نے مسلمانوں کے عالمی تشخص کو بری طرح متاثر کیا ہے:مسلم نوجوان شناختی بحران کا شکار ہیں؛مغرب میں مسلمانوں پر حملے، امتیازی قوانین اور نفرت انگیز تقاریر بڑھ رہی ہیں؛میڈیا میں منفی نمائندگی عام ہے۔آج کے دور میں اسلاموفوبیا نہ صرف یورپ اور امریکہ بلکہ ہندوستان، چین، میانمار اور دیگر ممالک میں بھی مسلمانوں کے خلاف ریاستی جبر اور سماجی نفرت کا ذریعہ بن چکا ہے۔استشراق اور اسلاموفوبیا دونوں اسلام اور مسلمانوں کو مسخ شدہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ایڈورڈ سعید اور علامہ اقبال کی فکر مغربی بیانیے کے خلاف علمی مزاحمت فراہم کرتی ہے۔مسلم دنیا کو چاہیے کہ اپنے فکری نظام، تاریخ اور علمی سرمایہ کو از سر نو دریافت کرے۔میڈیا، تعلیم، ادب اور تحقیق کے میدان میں خودمختاری حاصل کی جائے۔بین الثقافتی مکالمے اور علمی تبادلوں کو فروغ دیا جائے تاکہ فہم و شعور کی بنیاد پر تعصبات کا خاتمہ ممکن ہو۔سعید کے مطابق :تعصبات کے خلاف علمی مکالمے اور تنقیدی مطالعے ضروری ہیں۔

1۔اقبال کے تصورِ خودی کو تعلیمی نظام میں شامل کیا جائے۔
2۔ استشراقی بیانیے کا علمی اور تحقیقی رد پیش کیا جائے۔
3۔ بین المذاہب مکالمے کو فروغ دیا جائے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

4۔ مسلمانوں کی عالمی سطح پر مثبت نمائندگی کی جائے۔

5۔سوشل میڈیا اور ٹیکنالوجی کو بطور دفاع استعمال کیا جائے۔

اسلاموفوبیا اور استشراق محض مغربی مفروضات نہیں، بلکہ امت مسلمہ کے فکری وجود پر حملہ ہیں۔ علامہ اقبال کی فکر ہمیں بتاتی ہے کہ اس رویے کا مقابلہ صرف سیاسی نہیں، بلکہ فکری، روحانی اور تہذیبی بیداری سے ممکن ہے۔ایڈورڈ سعید اور علامہ اقبال دونوں نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ وہ مغرب کے علمی اور تہذیبی تسلط سے ہوشیار رہیں۔ اقبال نے" خودی "کو بیدار کرنے کی بات کی، اور سعید نے" معلوماتی نوآبادیات "کے خلاف بغاوت کی۔ آج کے دور میں اسلاموفوبیا جیسے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے ان دونوں مفکرین کی فکر ہمیں علمی روشنی اور فکری استقامت عطا کرتی ہے۔مغربی مفکرین صدیوں سے اسلام اور اسلامی تہذیب کی تحقیقی و تمدنی عظمت کو نظر انداز کرتے رہے ہیں۔اس نظراندازی کی بنیادی وجہ مذہبی تعصبات اور ذہنی تنگ نظری تھی، نہ کہ علم و تحقیق کا کوئی معروضی معیار۔مغرب کے بعض فضلائے سابق مستشرقین نے اسلام کو غیر منصفانہ تنقید کا نشانہ بنایا، اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر اقبال نے کہا کہ یورپ انسانیت کے لیے خطرہ بن چکا ہے۔یہ خطرہ اصل میں فکری تعصب اور مسلکی عداوت سے پیدا ہوا، نہ کہ تہذیبی یا سائنسی ترقی سے۔اب جبکہ فکری تعصبات کا دھند چھٹ رہا ہے اور مغرب زیادہ حقیقت پسند ہو رہا ہے، تو وقت آ گیا ہے کہ مغرب سوچے:اس نے مشرق سے کیا حاصل کیا؟اور آئندہ کیا کچھ لے سکتا ہے؟اگر مغرب اور مشرق اپنے تعصبات ترک کر کے ایک دوسرے کی تہذیبی اقدار کو اپنائیں، تو انسانیت کی تعمیر میں مشترکہ اور دیرپا اشتراک ممکن ہے۔اقبال کا مغرب پر تنقید کرنا تعصب پر مبنی نہیں بلکہ تاریخی ناانصافیوں کے خلاف فکری ردعمل ہے۔ اگر مغرب اپنی ماضی کی غلطیوں کو تسلیم کر کے مشرق کی روحانی، اخلاقی اور تمدنی دولت کو اہمیت دے، تو دونوں خطے انسانی ترقی کے حقیقی سفر میں ایک دوسرے کے معاون بن سکتے ہیں۔یہ موقف ایڈورڈ سعید کے اس نظریے سے بھی ہم آہنگ ہے کہ مغرب کو مشرق کی نمائندگی کا حق نہیں جب تک وہ اسے مساوی فکری حیثیت نہ دے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

## حوالہ جات


1۔الآزہری، پیر محمد کرم شاہ، "ضیاء النبی(لاہور: ضیاء القران پبلی کیشنز جلد ششم ذیقعد 1418 ہجری) صفحہ 123

2۔جاوید اقبال، ڈاکٹر، "زندہ رود" (لاہور: سنگ میل پبلکیشنز 2012ء) ص 144۔143

3۔اوسوالڈ سپینگلر، "زوال مغرب" ترجمہ ڈاکٹر مظفر حسن ملک (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن 2017) ص 207-208

4. Muhammad Iqbal, The reconstruction of Religious Thought in Islam sh. Muhammad (Lahore Ashraf 1962) p144

5. IBID p.144

6۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو، (لاہور :اقبال اکادمی پاکستان 2013ء) ص: 671۔

7۔ایضاً صفحہ: 658

9. Muhammad Iqbal, The reconstruction of Religious Thought in Islam p.190

10۔ محمد اقبال، علامہ "اقبال نامہ" مرتب شیخ عطا اللہ (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان 2012ء) صفحہ 557-558

11۔عبد اللہ، سید ڈاکٹر "اقبال کے غیر مسلم مدح اور نقاد مشمولہ اقبال ممدوح عالم مرتبہ ڈاکٹر سلیم اختر" (لاہور: بزم اقبال 1978ء) صفحہ 23-24

12۔ایضاً صفحہ: 17

13۔ایضاً صفحہ: 11

14. Said, Edward. Orientalism.(New York: Vintage Books, 1979, p. 42

15. IBID, p. 59

16. IBID, p. 61

17. IBID, p. 66

18. IBID, p. 66

19. IBID, p. 74

20. John L. Esposito, The Future of Islam, (Oxford: University Press, 2010), p. 174.

21. Chris Allen, Islamophobia, (Ashgate, 2010), p. 99.

22. OIC Annual Report on Islamophobia, 2020, www.oic-oci.org